اداریہ

اردو تحقیق کے معیار میں تنزل کا رونا کوئی نیا نہیں ہے لیکن اب تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ نئے محققین اس بات سے قطعی بے نیاز ہو چکے ہیں کہ تحقیق کا کوئی معیار بھی ہوتا ہے یا ہونا چاہیے۔ بلکہ تحقیقی معیار تو بعد کی بات ہے بعض مقالے (غیر مطبوعہ اور مطبوعہ بھی) دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ مقالہ نگار تحقیق کی غرض و غایت سے بالکل لاتعلق یا لاعلم ہے اور اس نے مقالہ لکھنے کے بعد محض از راہِ خانہ پُری آخر میں چند کتابوں کے حوالے ٹانک دیے ہیں جن کا موضوع سے کوئی براہِ راست تعلق بھی نہیں ہے۔ ایک نئے محقق کا لکھا ہوا ایک مقالہ تو ایسا بھی نظر سے گزرا جس کا موضوع ''فلاں شاعر کا تصورِ وقت'' تھا لیکن اس میں نہ تو ''تصورِ وقت'' کی وضاحت تھی، نہ اس سے کوئی نتیجہ اخذ کیا گیا تھا۔ بس چند اشعار نقل کر دیے گئے تھے اور چند غیر متعلقہ کتابوں کے حوالے آخر میں دے دیے گئے تھے۔ مقالے میں مصنف کا کوئی نقطۂ نظر نہیں تھا اور کوئی تجزیہ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ نہ ان کی کوئی رائے ہی تھی۔ ایسے ''تحقیقی مقالوں'' کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ یہ آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ شاید اس پر بھی کوئی تحقیق کرنی پڑے گی۔

دراصل تحقیق ایک ایسی سرگرمی ہے جس کا ایک خاص تعلق اپنے ماحول اور زمانے سے بھی ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں نئے نظریات وجود میں آتے ہیں۔ اس موضوع پر نثار احمد زبیری نے اپنی کتاب میں اختصار سے لیکن عمدہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب میں وہ ''تحقیق کے بنیادی مقاصد'' کے تحت لکھتے ہیں:

> تحقیق کے بنیادی مقصد کی درجہ بندی آسان تو نہیں، تاہم اگر اب تک کیے جانے والے کاموں پر ایک نگاہ کی جائے تو کسی حد تک مقاصد کے بارے میں ایک واضح صورت حال سامنے آتی ہے جس کے کچھ اہم نکات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

الف۔ حیات اور ماحول کی زیادہ سے زیادہ قرینِ قیاس تفہیم۔
ب۔ اس تفہیم کی بنیاد پر نئے نظریات کی تشکیل
ج۔ نئے نظریات کی بنیاد پر مسائل کا حل [۱]

ان معروضات کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اردو میں اشاعت کے لیے موصولہ بعض مقالات میں نئے نظریات تو کجا مقالہ نگار کی اپنی کوئی رائے بھی نظر نہیں آتی، مختلف آرا اور اقتباسات کو جوڑ کر تیار کیے گئے ایسے مقالوں میں کوئی تجزیہ بھی نہیں پیش کیا جاتا۔

نوجوان مقالہ نگاران سے درخواست ہے کہ اپنے مقالوں میں از راہِ کرم تجزیہ اور استخراجِ نتائج کا بھی اہتمام کیجیے، دیگر ماہرین کی آرا پیش کرنے کے ساتھ اپنی رائے بھی تنقید یا تائید کی صورت میں ضرور لکھیے۔ اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے دلائل اور شواہد کے ساتھ اکابرین سے اختلاف کرنا کوئی بُری بات نہیں ہے، بلکہ تحقیق کا حُسن اور اس شعبے میں ترقی کا سبب بھی اختلافِ رائے ہی ہے۔

الحمدللہ، اردو کو ادارۂ اعلیٰ تعلیم (ایچ ای سی) نے اپنے منظور شدہ تحقیقی جرائد کی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ امید ہے کہ مجلسِ ادارت و مشاورت کے تعاون، انجمن کے عہدے داران اور عملے کی کوششوں اور مقالہ نگاران کی کاوشوں سے اردو کا معیار مزید بلند ہوگا۔ ان شاءاللہ۔

(ر۔پ)

۱۔ ملاحظہ ہو: تحقیق کے طریقے، (کراچی: شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۰۰۹ء)، ص ۳، [اشاعتِ دوم]